ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0204

Program: Matric

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبہ اردو

کورس :روز مرہ اردو(204)

سطح :میٹرک

سمسٹر :خزاں2026

امتحانی مشق نمبر2

کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر 40 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference

نوٹ: یہ حل شدہ مشق صرف مطالعے اور رہنمائی کے لیے ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ اسے پڑھ کر سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ میں، اپنی سمجھ کے مطابق تحریر کریں۔ ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق قابلِ سزا بھی ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر1

سوال :1 سبق'' یومِ آزادی ''میں کن رہنماؤں کے نام آئے ہیں؟ ہر ایک کا تفصیلی تعارف بیان کریں۔(20)

تعارف

سبق'' یومِ آزادی ''میں 14 اگست کا دن، پاکستان کے قیام کی خوشی اور ان عظیم رہنماؤں کا ذکر آتا ہے جن کی جدوجہد اور قربانیوں سے یہ آزادی حاصل ہوئی۔ سبق میں تحریک پاکستان کے نمایاں قائدین، بالخصوص قائد اعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال، سر سید احمد خان، نوابزادہ لیاقت علی خان، محترمہ فاطمہ جناح اور مولانا محمد علی جوہر کا ذکر آتا ہے۔ یہ سبق طلبہ کو یہ احساس دلاتا ہے کہ آزادی مفت میں نہیں ملی بلکہ اس کے پیچھے عظیم شخصیات کی زندگی بھر کی محنت کارفرما ہے۔ ذیل میں ہر رہنما کا تفصیلی تعارف پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ان کی خدمات کو سمجھا جا

سکے۔) شفاف نوٹ :کتابچے میں سبق کا متن چھپا ہوا نہیں ہے؛ یہاں وہی رہنما شامل کیے گئے ہیں جو تحریک پاکستان اور یومِ آزادی کے اسباق میں مرکزی حیثیت سے ذکر کیے جاتے ہیں۔)

قائد اعظم محمد علی جناح

قائد اعظم محمد علی جناح 25 دسمبر1876 ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے انگلستان سے قانون کی تعلیم حاصل کی اور بمبئی میں وکالت کا آغاز کیا، جہاں اپنی محنت اور ذہانت کی وجہ سے بہت جلد نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ ابتدا میں آپ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے رہنما تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے حامی ہونے کی وجہ سے" سفیرِ اتحاد "کہلائے۔ میثاقِ لکھنؤ1916 ء آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ مگر کانگریس کے رویے سے مایوس ہو کر آپ نے پوری توجہ مسلمانوں کے حقوق پر مرکوز کر دی۔ چودہ نکات اور خطبۂ الہ آباد کے تناظر میں دو قومی نظریے کی تشریح اور قراردادِ لاہور کے بعد کی منظم سیاسی جدوجہد آپ کی فیصلہ کن قیادت کی نمایاں مثالیں ہیں۔ آپ کی بے لوث قیادت، آئینی مزاج اور اصول پسندی نے مسلمانوں کو متحد کیا اور بالآخر 14 اگست1947 ء کو پاکستان قائم ہوا۔ قائد اعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے اور 11 ستمبر1948 ء کو وفات پائی۔ آپ نے قوم کو" اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم " کا سنہری اصول دیا جو آج بھی ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔

علامہ محمد اقبال

علامہ محمد اقبال 9 نومبر1877 ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ اردو اور فارسی کے عظیم شاعر اور فلسفی تھے، اسی لیے" شاعرِ مشرق "اور" مفکرِ پاکستان "کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ نے یورپ سے فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور واپس آ کر اپنے کلام کے ذریعے مسلمانوں کو خودی، عمل اور خودداری کا پیغام دیا۔ دسمبر 1930ء میں آپ نے مسلم لیگ کے الہ آباد اجلاس کی صدارت کی اور اپنے تاریخی خطبے میں برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں کے لیے الگ ریاست کا تصور پیش کیا، یہی تصور بعد میں پاکستان کی نظریاتی بنیاد بنا۔ آپ کی شاعری نے سوتے ہوئے مسلمانوں کو جگایا اور نوجوانوں میں آزادی کا جذبہ پیدا کیا۔ بانگِ درا، بالِ جبریل اور ضربِ کلیم آپ کے مشہور اردو مجموعے ہیں۔ علامہ اقبال 21 اپریل1938 ء میں لاہور میں وفات پا گئے مگر ان کا نظریۂ پاکستان ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم بھی انہیں اپنا فکری راہ نما مانتے تھے۔

سر سید احمد خان

سر سید احمد خان 17 اکتوبر1817 ء کو دلی میں پیدا ہوئے۔1857 ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب مسلمان شدید زوال اور مایوسی کا شکار تھے تو آپ نے ان کی اصلاح اور تعلیم کا بیڑا اٹھایا۔ آپ نے مسلمانوں کو انگریزی زبان اور جدید سائنسی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم قائم کیا جو بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ آپ نے" تہذیب الاخلاق "کے نام سے رسالہ جاری کیا اور اسبابِ بغاوتِ ہند اور تفسیر القرآن جیسی کتب لکھیں۔ سر سید احمد خان کو" مصلحِ قوم "اور تحریکِ علی گڑھ کا بانی کہا جاتا ہے۔ ان کا سیاسی شعور اس بات میں نمایاں تھا کہ انہوں نے سب سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کو دو الگ قومیں قرار دیا، اسی لیے انھیں مفکرِ دو قومی نظریہ بھی کہا جاتا ہے۔1898 ء میں آپ کا انتقال ہوا مگر آپ کی شروع کی ہوئی تعلیمی تحریک نے وہ نسل تیار کی جس نے آگے چل کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔

نوابزادہ لیاقت علی خان

نوابزادہ لیاقت علی خان 1 اکتوبر1895 ء کو کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ نے علی گڑھ اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور بیرسٹر بن کر وطن واپس آئے۔ آپ مسلم لیگ کے فعال رہنما اور قائداعظم کے قریبی ساتھی تھے؛ مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے آپ نے جماعت کو منظم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ ملک کے پہلے وزیرِ اعظم بنے۔ آپ نے نئی ریاست کے آئین سازی، مہاجرین کی آباد کاری اور ملک کے دفاع و معیشت کی بنیادیں رکھنے میں انتھک محنت کی۔ قراردادِ مقاصد آپ ہی کے دور میں منظور ہوئی جو پاکستان کے آئینی سفر کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ 16 اکتوبر1951 ء کو راولپنڈی کے ایک جلسے میں آپ کو شہید کر دیا گیا، اسی لیے آپ کو" شہیدِ ملت "کہا جاتا ہے۔ آپ کی سادگی، دیانت اور فرض شناسی آج کے حکمرانوں کے لیے نمونہ ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح اور مولانا محمد علی جوہر

محترمہ فاطمہ جناح 9 جولائی1893 ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ آپ قائد اعظم کی چھوٹی بہن اور تحریک پاکستان میں ان کی دستِ راست تھیں۔ آپ نے مسلم خواتین کو منظم کیا اور خواتین کی کمیٹیوں کے ذریعے تحریک کا پیغام گھر گھر تک پہنچایا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے خواتین کی تعلیم اور فلاح کے لیے کام جاری رکھا اور" مادرِ ملت "کے لقب سے سرفراز ہوئیں۔ دوسرے اہم رہنما مولانا محمد علی جوہر(1878) ء تا1931 ء (تھے جنہوں نے تحریکِ خلافت کی قیادت کی، اخبار" کامریڈ "اور" ہمدرد "جاری کیے اور اپنی پُر جوش تقریروں اور شاعری سے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ ان کی مادرِ علمی خدمات اور قربانیاں تحریک آزادی کا روشن باب ہیں۔ یہ تمام رہنما اپنی ذات میں ایک

انجمن تھے؛ سر سید نے تعلیم کی بنیاد رکھی، اقبال نے نظریہ دیا، محمد علی جوہر نے عوام کو بیدار کیا، فاطمہ جناح نے خواتین کو منظم کیا، لیاقت علی خان نے ریاست کو چلایا اور قائد اعظم نے ان سب کو ایک قیادت میں سمو کر منزل حاصل کی۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ سبق" یومِ آزادی "میں مذکور رہنماؤں کی زندگیاں قربانی، اخلاص اور اصول کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ یومِ آزادی منانے کا اصل مقصد یہی ہے کہ ہم ان رہنماؤں کی خدمات کو یاد کریں اور ان کے اصولوں کو اپنا کر پاکستان کی حفاظت اور ترقی میں اپنا حصہ ڈالیں۔ آزادی کی قدر اسی کو ہوتی ہے جو اس کی قیمت جانتا ہے۔

سوال نمبر2

سوال" :2 صحت و تندرستی کے فقدان کی بڑی وجہ لوگوں کا تعلیم یافتہ نہ ہونا ہے۔ "دلائل سے اپنی رائے کا اظہار کریں۔(20)

تعارف

یہ جملہ ہماری درسی کتاب کے مضمون سے لیا گیا ہے اور اس میں ایک اہم سماجی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کسی قوم کی صحت اور اس کی تعلیم کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اس سوال میں مجھے اپنی رائے دلائل کے ساتھ پیش کرنی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ ناخواندگی اور تعلیم کی کمی صحت و تندرستی کے فقدان کی سب سے بڑی وجوہات میں سے ایک ہے، تاہم غربت اور سہولتوں کی کمی جیسے دوسرے عوامل کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل میں دلائل کی روشنی میں اس رائے کی وضاحت کی جائے گی۔

دلیل اول :تعلیم صفائی کے شعور کی بنیاد ہے

تعلیم یافتہ انسان جانتا ہے کہ زیادہ تر بیماریاں گندگی اور جراثیم سے پھیلتی ہیں، اس لیے وہ ہاتھ دھونے، دانت صاف کرنے، صاف پانی پینے اور گھر کو صاف رکھنے جیسے اصولوں پر عمل کرتا ہے۔ اس کے برعکس ناخواندہ شخص ان باتوں کی اہمیت سے واقف ہی نہیں ہوتا؛ وہ گندا پانی بھی بے پروائی سے پی لیتا ہے، کوڑا گھر کے سامنے پھینک دیتا ہے اور بچوں کو گندی جگہوں پر کھیلنے سے نہیں روکتا۔ نتیجتاً اس کے گھر میں اسہال، ٹائیفائیڈ اور ملیریا جیسی بیماریاں بار بار آتی ہیں۔ تعلیم انسان کو یہ شعور دیتی ہے کہ احتیاط علاج سے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں خواندگی

کی شرح زیادہ ہے وہاں بچوں کی اموات کم اور اوسط عمر زیادہ ہے، اور جہاں خواندگی کم ہے وہاں صحت کے مسائل زیادہ ہیں۔ یہ اعداد و شمار کا سادہ سا مشاہدہ اس جملے کی تصدیق کرتا ہے۔

دلیل دوم :غذا، علاج اور دوا کا درست استعمال

تعلیم یافتہ شخص متوازن غذا کی اہمیت جانتا ہے؛ وہ بچوں کو دودھ، سبزیاں اور پھل کھلاتا ہے اور جانتا ہے کہ صرف پیٹ بھرنا کافی نہیں ہوتا۔ وہ بیماری کی صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کرتا ہے، دوا کا کورس مکمل کرتا ہے اور جھاڑ پھونک یا غیر مستند علاج پر انحصار نہیں کرتا۔ ناخواندہ شخص اکثر ٹوٹکوں اور عطائیوں کے چکر میں وقت اور صحت دونوں ضائع کر دیتا ہے، یہاں تک کہ معمولی بیماری بھی بڑی بن جاتی ہے۔ حفاظتی ٹیکے لگوانے، ماں اور بچے کی دیکھ بھال اور خاندانی منصوبہ بندی جیسی اہم باتیں بھی تعلیم یافتہ گھرانوں میں زیادہ سمجھی جاتی ہیں۔ تعلیم انسان کو اخبارات، کتابوں اور میڈیا کے ذریعے صحت کی نئی معلومات تک رسائی دیتی ہے، جبکہ ناخواندہ شخص ان ذرائع سے محروم رہتا ہے۔ یوں بیماری سے بچاؤ، بروقت علاج اور صحت مند طرزِ زندگی، تینوں کا تعلق براہِ راست تعلیم سے ہے۔

دلیل سوم :تعلیم آمدن اور ماحول بھی بہتر کرتی ہے

تعلیم کا ایک اور اثر یہ ہے کہ تعلیم یافتہ انسان کو بہتر روزگار ملتا ہے، آمدن زیادہ ہوتی ہے اور وہ صاف ستھری رہائش، بہتر غذا اور علاج پر خرچ کر سکتا ہے۔ وہ اپنے ماحول کا بھی خیال رکھتا ہے، گلی محلے کی صفائی میں حصہ لیتا ہے اور اپنے حقوق سے واقف ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ناخواندگی غربت کو جنم دیتی ہے اور غربت آدمی کو گندی بستیوں، غیر معیاری خوراک اور علاج سے محرومی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ یوں ناخواندگی براہِ راست بھی اور بالواسطہ بھی صحت کو تباہ کرتی ہے۔ ہمارے ملک کے دیہات میں جہاں تعلیم کی شرح کم ہے وہاں صفائی کی سہولتیں بھی کم اور بیماریاں بھی زیادہ ہیں، جبکہ شہروں کے تعلیم یافتہ علاقوں میں صورتِ حال نسبتاً بہتر ہے۔ یہ موازنہ اس جملے کو مزید مضبوط کرتا ہے۔

مخالف پہلو اور متوازن تجزیہ

انصاف کا تقاضا ہے کہ اس بات کا دوسرا پہلو بھی دیکھا جائے۔ بعض تعلیم یافتہ لوگ بھی صحت کے اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں؛ فاسٹ فوڈ کا زیادہ استعمال، رات گئے جاگنا، ورزش سے گریز اور ذہنی دباؤ آج کے تعلیم یافتہ طبقے

کی عام بیماریاں ہیں۔ اسی طرح بعض ناخواندہ مگر تجربہ کار بوڑھے اپنے روایتی تجربے سے اچھی صحت برقرار رکھ لیتے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ صاف پانی، اسپتال اور سستا علاج فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے جس کی کمی کا الزام صرف ناخواندگی پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ ان باتوں کے باوجود مجموعی تصویر یہی ہے کہ تعلیم صحت کی سب سے مضبوط بنیاد ہے، کیونکہ سہولت میسر آنے پر بھی اس سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے جسے اس کی اہمیت کا شعور ہو۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ صحت و تندرستی کے فقدان کی بڑی وجہ لوگوں کا تعلیم یافتہ نہ ہونا ہے، اگرچہ یہ واحد وجہ نہیں ہے۔

ماں کی تعلیم اور خاندان کی صحت

اس بحث کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ خاندان کی صحت کا سب سے زیادہ تعلق ماں کی تعلیم سے ہوتا ہے۔ بچوں کی غذا، صفائی، حفاظتی ٹیکے اور بیماری کی صورت میں بروقت علاج، یہ سب فیصلے عام طور پر ماں کرتی ہے۔ پڑھی لکھی ماں بچے کی معمولی بیماری اور خطرناک بیماری میں فرق سمجھتی ہے، اس کا وزن اور خوراک کا خیال رکھتی ہے اور صفائی کے اصول گھر بھر میں نافذ کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ناخواندہ ماں اکثر بزرگوں کے روایتی ٹوٹکوں پر انحصار کرتی ہے جن میں سے بعض مفید بھی ہوتے ہیں مگر بعض نقصان دہ بھی ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین کہتے ہیں کہ ایک لڑکی کو تعلیم دینا دراصل پورے خاندان اور آنے والی نسل کو صحت کا تحفہ دینا ہے۔ ہمارے دیہات میں آج بھی لڑکیوں کی تعلیم کی شرح کم ہے اور وہیں ماں بچے کی صحت کے مسائل سب سے زیادہ ہیں؛ یہ مشاہدہ بھی اس جملے کی صداقت پر مہر لگاتا ہے کہ صحت و تندرستی کے فقدان کی بڑی وجہ تعلیم کا فقدان ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تعلیم اور صحت لازم و ملزوم ہیں۔ جو قوم تعلیم عام کر لیتی ہے اس کی صحت خود بخود بہتر ہونے لگتی ہے، اور جو قوم ناخواندگی کا شکار رہتی ہے وہ بیماریوں، غربت اور پسماندگی کے چکر سے نہیں نکل سکتی۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ تعلیم کو عام کریں، اسکولوں میں صحت و صفائی کی عملی تربیت دیں اور ہر بچے کو اسکول بھیجیں، کیونکہ ایک تعلیم یافتہ نسل ہی صحت مند پاکستان کی ضمانت ہے۔

سوال نمبر3

سوال) :3 الف (نصاب کی روشنی میں مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہیں پُر کریں۔ .1 — (10) ہم سب کا فرض ہے کہ ..... سے بچیں۔ ..... .2 کو قائم رکھنا ہم سب پر فرض ہے۔ .3 آپ کو ..... مقررہ وقت پر کھانا چاہیے۔ .4 اپنا کافی وقت ..... اور ..... میں گزاریں۔ .5 ہر قسم کی ..... چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔) — ب (دانتوں کی صفائی اور حفاظت کیسے ممکن ہے؟ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔(10)

الف (خالی جگہیں — شفاف نوٹ)

نوٹ :یہ جملے درسی مضمون" صحت و صفائی "سے لیے گئے ہیں۔ ذیل میں ہر جملے کی خالی جگہ اسی مضمون کے مفہوم اور تسلسل کے مطابق پُر کی گئی ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنی درسی کتاب کا متعلقہ پیرا پڑھ کر لفظ بہ لفظ تصدیق کر لے، کیونکہ امتحان میں کتاب کے اصل الفاظ ہی درکار ہوتے ہیں۔ مکمل جملے ذیل کی جدول میں دیے گئے ہیں اور اس کے بعد ہر جواب کی مختصر وضاحت بھی کی گئی ہے

پہلا جملہ" ہم سب کا فرض ہے کہ گندگی سے بچیں "ہے؛ گندگی ہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے، اس لیے مضمون کی پہلی تلقین یہی ہے کہ ہم گندگی سے دور رہیں۔ دوسرا جملہ" صفائی کو قائم رکھنا ہم سب پر فرض ہے"؛ صفائی ایک دن کا کام نہیں بلکہ ہر روز برقرار رکھنے والی عادت ہے، اس لیے" قائم رکھنا "کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تیسرا جملہ" آپ کو کھانا مقررہ وقت پر کھانا چاہیے"؛ وقت کی پابندی سے کھانا ہاضمے کو درست رکھتا ہے اور بے وقت کھانے سے معدہ خراب ہوتا ہے۔ چوتھا جملہ" اپنا کافی وقت کھیل اور کود میں گزاریں"؛ کھیل کود بچوں اور نوجوانوں کی جسمانی نشو و نما کے لیے ضروری ہے۔ پانچواں جملہ" ہر قسم کی مضرِ صحت چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے"؛ بازاری کھلی اشیاء، گندی اور نقصان دہ چیزیں صحت کو براہِ راست نقصان پہنچاتی ہیں۔ یہ پانچوں جملے مل کر مضمون کا خلاصہ پیش کرتے ہیں :گندگی سے بچو، صفائی قائم رکھو، وقت پر کھاؤ، کھیل کود کرو اور نقصان دہ چیزوں سے پرہیز کرو۔

ان جملوں کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے صحت کے اصولوں کو ایک ترتیب سے پیش کیا ہے : پہلے منفی پہلو یعنی گندگی سے بچنے کی تلقین، پھر مثبت عادت یعنی صفائی برقرار رکھنے کا حکم، اس کے بعد غذا کی باقاعدگی، پھر جسمانی سرگرمی اور آخر میں نقصان دہ اشیاء سے پرہیز۔ یہ ترتیب طالب علم کو روزانہ کا ایک مکمل صحت چارٹ فراہم کرتی ہے جس پر عمل کر کے وہ اپنی روزمرہ زندگی درست کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے نصاب میں اس قسم کے جملے رکھے گئے ہیں تاکہ طالب علم اصول بھی سیکھے اور زبان کی ساخت بھی۔

ب) دانتوں کی صفائی اور حفاظت کیسے ممکن ہے؟

دانت ہمارے جسم کا قیمتی خزانہ ہیں۔ یہ کھانا چبانے میں مدد دیتے ہیں، چہرے کی خوبصورتی بڑھاتے ہیں اور بات چیت کو صاف بناتے ہیں۔ جب تک دانت سلامت رہتے ہیں ہمیں ان کی قدر محسوس نہیں ہوتی، مگر ایک بھی دانت خراب ہو جائے تو کھانا مشکل، نیند [illegible] اور علاج مہنگا ہو جاتا ہے۔ اس لیے دانتوں کی صفائی اور حفاظت ہر عمر میں ضروری ہے۔ سب سے پہلا اصول باقاعدہ صفائی ہے :صبح اٹھتے ہی اور رات سونے سے پہلے دانت ضرور صاف کرنے چاہئیں۔ ہمارے یہاں مسواک کی عادت صدیوں سے جاری ہے جو دانتوں اور مسوڑھوں دونوں کے لیے مفید ہے؛ اسی طرح نرم برش اور مناسب ٹوتھ پیسٹ سے [illegible] دانت اچھی طرح صاف ہو جاتے ہیں۔ برش کو نرم ہاتھ سے اوپر نیچے کی طرف چلانا چاہیے، زیادہ زور سے رگڑنے سے دانتوں کی اوپری تہہ گھس جاتی ہے۔

دوسرا اصول غذا کا خیال رکھنا ہے۔ زیادہ میٹھی چیزیں، ٹافیاں، چاکلیٹ اور میٹھے مشروبات دانتوں پر چپک کر ان میں کیڑا لگنے کا سبب بنتے ہیں، اس لیے ان کے استعمال کے بعد کلی کرنا یا دانت صاف کرنا ضروری ہے۔ اس کے برعکس دودھ، دہی، پنیر، تازہ پھل اور سبزیاں دانتوں کو مضبوط بناتی ہیں کیونکہ ان میں دانتوں کے لیے مفید اجزا شامل ہوتے ہیں۔ پان، گٹکا، تمباکو اور سگریٹ دانتوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں؛ یہ منہ کی بدبو، دانتوں کا پیلا پن اور منہ کی خطرناک بیماریوں کا باعث بنتے ہیں، اس لیے ان سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ تیسرا اصول بروقت معائنہ ہے؛ سال میں کم از کم ایک بار دانتوں کے ڈاکٹر سے معائنہ کروانا چاہیے تاکہ چھوٹی خرابی بڑی ہونے سے پہلے ٹھیک ہو جائے۔ دانت کے درد کو معمولی سمجھ کر ٹالنا بعد میں بڑے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ بچوں کو بچپن سے دانت صاف کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے اور والدین کو اس معاملے میں خود نمونہ بننا چاہیے۔

مسوڑھوں کی حفاظت اور عام غلط فہمیاں

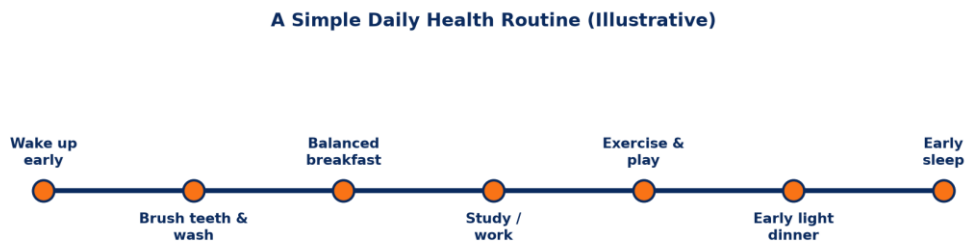
دانتوں کے ساتھ مسوڑھوں کی صحت بھی اتنی ہی اہم ہے، کیونکہ مسوڑھے ہی دانتوں کی بنیاد ہیں۔ اگر صفائی نہ ہو تو مسوڑھوں میں سوجن اور خون آنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ دانت ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اس سے بچنے کے لیے نرم برش یا مسواک کا باقاعدہ استعمال، دانتوں کے درمیان پھنسے ذرات کی صفائی اور نمک ملے نیم گرم پانی سے کلی کرنا مفید ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں دانتوں کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً یہ سمجھنا کہ بچوں کے دودھ کے دانتوں کی پروا کی ضرورت نہیں، حالانکہ انھی دانتوں کی خرابی مستقل دانتوں کو متاثر کرتی ہے۔ بعض لوگ دانت کے معمولی درد کو بھی اس وقت تک برداشت کرتے رہتے ہیں جب تک دانت نکالنے کے قابل نہ رہ

جائے، حالانکہ بروقت علاج سے دانت بچایا جا سکتا تھا۔ اسی طرح یہ خیال بھی غلط ہے کہ دانت نکلوانے سے نظر کمزور ہو جاتی ہے؛ طبی ماہرین اس کی تردید کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دانتوں کی بیماریوں کا علاج مہنگا اور تکلیف دہ ہوتا ہے جبکہ حفاظت سستی اور آسان۔ دانت قدرت کی وہ نعمت ہیں جن کا کوئی بدل نہیں؛ مصنوعی دانت کبھی اصل دانتوں جیسا کام نہیں دیتے۔ اس لیے ہر طالب علم کو چاہیے کہ آج سے دانتوں کی صفائی کو اپنی عادت بنا لے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ دانتوں کی حفاظت کسی مشکل کام کا نام نہیں؛ باقاعدہ صفائی، مناسب غذا، نقصان دہ عادتوں سے پرہیز اور بروقت معائنہ — یہ چار اصول اپنا لیے جائیں تو دانت عمر بھر ساتھ دیتے ہیں۔ اسی طرح) الف (کے جملوں کا پیغام بھی یہی ہے کہ صحت کے اصول سادہ ہیں، ضرورت صرف ان پر مستقل عمل کی ہے۔

نمبر	مکمل جملہ
1	ہم سب کا فرض ہے کہ گندگی سے بچیں۔
2	صفائی کو قائم رکھنا ہم سب پر فرض ہے۔
3	آپ کو کھانا مقررہ وقت پر کھانا چاہیے۔
4	اپنا کافی وقت کھیل اور کود میں گزاریں۔
5	ہر قسم کی مضرِ صحت چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔



وضاحتی خاکہ: صحت مند دن کا سادہ معمول (مثالی / Illustrative)

سوال نمبر4

سوال :4 ٹریفک قوانین کی پابندی کے حوالے سے ایک شہری اور ٹریفک انسپکٹر کے درمیان مکالمہ تحریر کریں۔

(20)

تعارف

مکالمہ دو افراد کی گفتگو کو کہتے ہیں اور یہ سوال ٹریفک قوانین جیسے اہم شہری موضوع پر ایک شہری اور ٹریفک انسپکٹر کے درمیان مکالمہ چاہتا ہے۔ ہمارے شہروں میں روزانہ بے شمار حادثات ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ذیل کا مکالمہ اسی پس منظر میں لکھا گیا ہے جس میں ایک شہری موٹر سائیکل پر بغیر ہیلمٹ اور تیز رفتاری کے سبب روکا جاتا ہے اور انسپکٹر اسے نرمی مگر دلائل کے ساتھ قوانین کی اہمیت سمجھاتا ہے۔

مکالمہ

ٹریفک انسپکٹر :جناب، ذرا موٹر سائیکل روکیے۔ آپ نے نہ ہیلمٹ پہنا ہے اور نہ ہی آپ کی رفتار اس سڑک کی مقررہ حد کے اندر تھی۔

شہری :انسپکٹر صاحب، مجھے ذرا جلدی ہے، دفتر کو دیر ہو رہی تھی، اس لیے تیز چلا رہا تھا۔ ہیلمٹ گھر رہ گیا ہے۔

ٹریفک انسپکٹر :جناب، جلدی ہر روز ہوتی ہے، مگر جان ایک ہی بار ملتی ہے۔ پچھلے ہفتے اسی چوک میں ایک نوجوان تیز رفتاری اور بغیر ہیلمٹ کے حادثے کا شکار ہوا۔ آپ خود بتائیے، دفتر کی حاضری اہم ہے یا اپنی زندگی؟

شہری :آپ درست کہتے ہیں، انسپکٹر صاحب۔ مگر سڑک پر سگنل بھی تو اکثر خراب رہتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی قانون نہیں مانتے۔

ٹریفک انسپکٹر :دوسروں کی غلطی اپنی غلطی کا جواز نہیں بن سکتی۔ قانون کی پابندی ہر شہری کو اپنے آپ سے شروع کرنی چاہیے۔ جب آپ سگنل کی پابندی کریں گے، اپنی لین میں رہیں گے اور رفتار حد میں رکھیں گے تو آپ خود بھی محفوظ رہیں گے اور دوسروں کے لیے مثال بھی بنیں گے۔

شہری :چالان تو اب ہو ہی جائے گا؟

ٹریفک انسپکٹر :جی، قانون سب کے لیے برابر ہے، چالان کٹے گا تاکہ آپ آئندہ محتاط رہیں۔ مگر میرا مقصد صرف چالان نہیں، آپ کی حفاظت ہے۔ یہ بتائیے، آپ نے کبھی سوچا کہ زیبرا کراسنگ پر پیدل چلنے والوں کو راستہ دینا بھی قانون ہے؟

شہری :سچ کہوں تو میں نے ان باتوں پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ گاڑی اور موٹر سائیکل چلانا آتا ہے، بس یہی کافی سمجھتا تھا۔

ٹریفک انسپکٹر :یہی ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ ڈرائیونگ صرف چلانا نہیں، ذمہ داری کا نام ہے۔ ہر سال ہزاروں لوگ سڑک حادثات میں جان سے جاتے ہیں جن میں زیادہ تر کی وجہ تیز رفتاری، سگنل توڑنا، موبائل فون کا استعمال اور ہیلمٹ و سیٹ بیلٹ نہ باندھنا ہوتی ہے۔ اگر ہر شہری ان پانچ اصول اپنا لے تو حادثات آدھے رہ جائیں : رفتار حد میں رکھے، سگنل کی پابندی کرے، ہیلمٹ اور سیٹ بیلٹ استعمال کرے، چلتے ہوئے موبائل نہ چلائے اور پیدل چلنے والوں کا حق تسلیم کرے۔

شہری :انسپکٹر صاحب، آپ کی باتوں نے واقعاً سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ آج سے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہیلمٹ کے بغیر گھر سے نہیں نکلوں گا اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کروں گا۔

ٹریفک انسپکٹر :یہی رویہ ایک اچھے شہری کی پہچان ہے۔ یاد رکھیے، ٹریفک قوانین حکومت کی طرف سے پابندی نہیں بلکہ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ جب آپ شام کو سلامت گھر لوٹتے ہیں تو یہ انھی قوانین کی مرہونِ منت ہوتا ہے۔

شہری :بہت شکریہ، انسپکٹر صاحب۔ آج کا چالان مجھے مہنگا نہیں، سبق آموز لگا ہے۔

ٹریفک انسپکٹر :رکیے، جانے سے پہلے ایک بات اور سن لیجیے۔ اپنے بچوں کو بھی یہ اصول سکھائیے گا۔ جو بچہ بچپن سے سگنل دیکھ کر سڑک پار کرنا اور بڑوں کو قانون مانتے دیکھتا ہے، وہ بڑا ہو کر خود بھی قانون پسند شہری بنتا ہے۔

شہری :آپ نے بالکل درست کہا۔ ہم بچوں کو وہی کچھ سکھاتے ہیں جو خود کرتے ہیں، کتابوں سے زیادہ عمل اثر کرتا ہے۔ میں گھر جا کر اہلِ خانہ کو بھی آج کی گفتگو سناؤں گا۔

ٹریفک انسپکٹر :اور یہ بھی یقین دہانی کراتا چلوں کہ جہاں کہیں سگنل خراب ہو یا سڑک پر رکاوٹ ہو، شہری ہماری ہیلپ لائن پر اطلاع دے سکتے ہیں اور ٹریفک پولیس کی یہ بھی ڈیوٹی ہے کہ وہ سڑک پر شہریوں کی راہ نمائی کرے، نہ کہ صرف چالان کاٹے۔

شہری :یہ جان کر خوشی ہوئی۔ ان شاء اللہ آئندہ ملاقات کسی خلاف ورزی پر نہیں بلکہ کسی اچھے موقع پر ہو گی۔ خدا حافظ، انسپکٹر صاحب۔

ٹریفک انسپکٹر :خدا حافظ۔ احتیاط سے جائیے گا اور رفتار ہمیشہ حد میں رکھیے گا۔

تجزیہ

اس مکالمے میں گفتگو کا انداز بتدریج بدلتا ہے۔ ابتدا میں شہری بہانے بناتا ہے، پھر انسپکٹر کے دلائل اور نرمی سے قائل ہو کر اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے اور آخر میں وعدہ کر کے رخصت ہوتا ہے۔ یہی ایک کامیاب مکالمے کا حسن ہے کہ کردار گفتگو کے دوران بدلتے اور بڑھتے نظر آئیں۔ انسپکٹر کی زبان میں قانون کا وقار بھی ہے اور ہمدردی بھی، جبکہ شہری عام آدمی کی نفسیات کی نمائندگی کرتا ہے۔ مکالمے کا موضوعی پیغام بھی واضح ہے کہ قوانین کی پابندی کسی پر احسان نہیں بلکہ اپنی اور دوسروں کی جان کی حفاظت ہے۔ ہمارے معاشرے میں ٹریفک کی بد نظمی کی اصل وجہ قوانین کی کمی نہیں بلکہ ان پر عمل کی کمی ہے، اور یہ کمی شعور سے دور ہو سکتی ہے؛ اسی شعور کو اجاگر کرنا اس مکالمے کا مقصد ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ٹریفک قوانین کی پابندی ہر شہری کا فرض ہے۔ اگر ڈرائیور، سوار اور پیدل چلنے والے سب اپنے اپنے حصے کے قوانین مانیں تو سڑکیں پرامن ہو جائیں، حادثات کم ہو جائیں اور ہزاروں زندگیاں بچ جائیں۔ مکالمے کا اختتام اسی امید پر ہوتا ہے کہ آگاہی سے رویے بدل سکتے ہیں۔ اس مکالمے کا ایک اور سبق یہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اہلکار اگر سختی کے ساتھ شفقت اور راہ نمائی بھی شامل کر لیں تو شہریوں کے دل میں قانون کی عزت پیدا ہوتی ہے اور وہ مجبوری سے نہیں بلکہ شعور سے اس کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی بدلا ہوا شعور کسی بھی مہذب، منظم اور ترقی یافتہ معاشرے کی اصل اور مضبوط بنیاد ہوتا ہے، جس پر قومیں ہمیشہ فخر کرتی ہیں۔

سوال نمبر5

سوال) :5 الف (مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔ — (10) غلیظ، ناگوار، بیش بہا، دشواری، تگ و دو) — ب (اپنے دوست کے ساتھ ایک مکالمہ لکھیں جس میں ملکی حالات کے موضوع پر گفتگو ہو۔(10)

الف (الفاظ کا جملوں میں استعمال)

غلیظ) معنی :بہت گندا، ناپاک (1) :(نالے کا غلیظ پانی گلی میں پھیلنے سے پورے محلے میں بدبو اور بیماری پھیل گئی۔ (2)غلیظ ماحول میں رہنے والے بچے اکثر بیمار رہتے ہیں، اس لیے صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس لفظ کا استعمال عام طور پر پانی، ماحول یا کسی سخت گندی چیز کے لیے ہوتا ہے اور اس سے گندگی کی شدت ظاہر ہوتی ہے۔

ناگوار) معنی :ناپسندیدہ، جو طبیعت پر بوجھ ہو (1) :(استاد کی کلاس میں شور شرابہ سخت ناگوار گزرتا ہے۔ (2) گرمیوں میں لوڈ شیڈنگ عوام کے لیے ایک ناگوار مسئلہ بن جاتی ہے۔ ناگوار کا لفظ کسی بات، واقعے یا تجربے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو انسان کو ناپسند اور تکلیف دہ محسوس ہو۔

بیش بہا) معنی :بہت قیمتی، انمول (1) :(والدین کی دعائیں اولاد کے لیے بیش بہا خزانہ ہیں۔ (2) آزادی ایک بیش بہا نعمت ہے جس کی حفاظت ہم سب کا فرض ہے۔ یہ لفظ عموماً ایسی چیزوں کے لیے آتا ہے جن کی قیمت مال و دولت سے نہیں لگائی جا سکتی، مثلاً وقت، صحت، ایمان اور محبت۔

دشواری) معنی :مشکل، رکاوٹ (1) :(برسات میں کچے راستوں کی وجہ سے دیہات کے لوگوں کو آمد و رفت میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ (2) اس نے ہر دشواری کا مقابلہ ہمت اور صبر سے کیا اور آخر کامیاب ہو گیا۔ دشواری کا لفظ کسی کام میں پیش آنے والی رکاوٹ یا مشکل صورتِ حال کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تگ و دو) معنی :بھاگ دوڑ، کوشش اور محنت (1) :(وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے دن رات تگ و دو کرتا ہے۔ (2) کھلاڑیوں نے میچ جیتنے کے لیے تگ و دو کی مگر قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ یہ مرکب لفظ مسلسل کوشش، دوڑ دھوپ اور انتھک محنت کے مفہوم میں آتا ہے۔ ان پانچوں الفاظ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھا جملہ وہی ہوتا ہے جس میں لفظ اپنے پورے مفہوم کے ساتھ یوں استعمال ہو کہ پڑھنے والے کو الگ سے معنی دیکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ب (دوست کے ساتھ ملکی حالات پر مکالمہ)

احمد :السلام علیکم سلیم !آج اخبار پڑھ کر دل بہت بھاری ہو گیا ہے۔ مہنگائی نے عام آدمی کی کمر توڑ دی ہے۔

سلیم :وعلیکم السلام احمد !تم درست کہتے ہو۔ آٹا، دال اور بجلی کے بل، ہر چیز مہنگی ہوتی جا رہی ہے۔ تنخواہ دار طبقہ سب سے زیادہ پریشان ہے۔

احمد :مگر یہ بھی دیکھو کہ مسائل صرف مہنگائی کے نہیں ہیں۔ تعلیم اور صحت کی سہولتیں بھی عام آدمی کی پہنچ سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔

سلیم :بالکل درست۔ میرے محلے کے کئی بچے اسکول نہیں جاتے کیونکہ والدین فیس نہیں دے سکتے۔ ناخواندگی بڑھے گی تو بے روزگاری اور جرائم بھی بڑھیں گے۔

احمد :تو کیا تمھیں حالات سے بالکل مایوسی ہے؟

سلیم :نہیں، مایوسی گناہ ہے۔ ہمارا ملک زرعی بھی ہے، نوجوان آبادی بھی ہے اور باصلاحیت لوگ بھی موجود ہیں۔ اگر محنت، ایمان داری اور تعلیم کو فروغ دیا جائے تو حالات بدل سکتے ہیں۔

احمد :صحیح کہتے ہو۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب اپنی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔ ہر شہری اپنا کام ایمان داری سے کرے تو آدھے مسائل خود ختم ہو جائیں۔

سلیم :اور نوجوانوں کو چاہیے کہ شکایات کے بجائے مہارت سیکھیں۔ آج کے دور میں کمپیوٹر اور فنی ہنر جاننے والا بے روزگار نہیں رہتا۔

احمد :بالکل۔ میرا خیال ہے کہ ملکی حالات کا اصل علاج تعلیم، انصاف اور قانون کی بالادستی میں ہے۔ جب یہ تینوں چیزیں مضبوط ہوں گی تو معیشت بھی خود بخود سنبھل جائے گی۔

سلیم :ہم اتفاق کرتے ہیں۔ آؤ آج سے عہد کریں کہ ہم اپنے حصے کا کام پوری ایمان داری سے کریں گے اور مایوسی پھیلانے کے بجائے امید اور محنت کی بات کریں گے۔

احمد :ان شاء اللہ۔ ملک ہمارا ہے، اس کی بہتری بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

سلیم :ایک آخری بات یہ کہ ہمیں خبروں سے صرف پریشان ہونا نہیں چاہیے بلکہ حالات کو سمجھ کر اپنے دائرے میں بہتری کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ ایک طالب علم کی ذمہ داری پڑھائی ہے، ایک دکاندار کی ذمہ داری دیانت ہے، ایک مزدور کی ذمہ داری محنت ہے۔ جب ہر کوئی اپنا فرض پہچان لے تو ملکی حالات خود بخود سمت پکڑ لیتے ہیں۔

احمد :تمہاری اس بات سے مکمل اتفاق ہے۔ چلو اب چائے پیتے ہیں اور کل سے اپنے اسی پروگرام پر عمل شروع کرتے ہیں۔

الفاظ کے درست استعمال کی اہمیت — اضافی نوٹ

حصہ) الف (کے پانچوں الفاظ ہمارے نصابی سبق" صحت و صفائی "اور روزمرہ زندگی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ "غلیظ "اور" ناگوار "صفائی اور ماحول کی کیفیت بیان کرتے ہیں،" بیش بہا "کسی نعمت کی قدر ظاہر کرتا ہے، "دشواری "مسائل کی طرف اشارہ کرتی ہے اور "تگ و دو "ان مسائل کے حل کے لیے کی جانے والی کوشش کو کہتے ہیں۔ جملے بناتے وقت یہ خیال رکھا گیا ہے کہ ہر جملہ مکمل مفہوم دے اور لفظ اس میں قدرتی انداز سے سما جائے۔ یہ مشق طالب علم کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کرتی ہے اور اسے یہ سکھاتی ہے کہ زبان کی طاقت الفاظ کی مقدار میں نہیں بلکہ ان کے درست محل پر استعمال میں ہے۔ جو طالب علم روزانہ چند نئے الفاظ جملوں میں استعمال کرنے کی مشق کر لے، اس کی تحریر چند ہی مہینوں میں نمایاں طور پر بہتر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اس قسم کے سوالات کو معمولی سمجھ کر ٹالنا نہیں چاہیے بلکہ انہیں زبان سیکھنے کا بہترین ذریعہ سمجھنا چاہیے۔

نتیجہ

اس سوال کے دونوں حصے مکمل ہو گئے :پہلے حصے میں پانچ الفاظ اپنے مفہوم کے ساتھ جملوں میں استعمال کیے گئے اور دوسرے حصے میں دو دوستوں کے مکالمے میں ملکی حالات، ان کے اسباب اور ان کے حل پر متوازن گفتگو پیش کی گئی۔ مکالمے کا لہجہ سنجیدہ مگر پُر امید رکھا گیا ہے، کیونکہ مسائل کی نشاندہی کے ساتھ حل کی طرف اشارہ ہی اس قسم کی گفتگو کو مفید بناتا ہے۔